پرچہ II: (انشائیہ طرز)	دہم 2020ء	اردو (لازمی)
کل نمبر: 60	(پہلا گروپ)	وقت: 2 گھنٹے 10 منٹ

(حصہ اوّل)

2- درج ذیل نظم وغزل کے اشعار کی مختصر تشریح کیجیے (تین اشعار حصہ نظم سے اور دو اشعار حصہ غزل سے): (10)

(حصہ نظم)

(i) غریبوں کی جاں کو' یتیموں کے دِل کو
سکوں ہو گیا ہے' قرار آ گیا ہے

(ii) شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے

(iii) جس کے بازو کی صلابت پر نزاکت کا مدار
جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار

(iv) مجھے بیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ
یہ دیکھنا ہے کہ بیٹھے ہیں آپ کس کروٹ

(حصہ غزل)

(v) یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا
جہاں بادِ صرصر' صبا ہو گئی ہے

(vi) رُوح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسایگی سے مِلتا ہے

(vii) سر میں سودا بھی نہیں' دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

(حصہ نظم)

جواب: (i) تشریح:

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ”جس کی

لاٹھی اُس کی بھینس'' کا قانون اپنایا جاتا تھا۔امیر لوگ تمام تر برائیوں کے باوجود اپنی دولت کے بل بوتے پر صاحبِ عزت تھے۔غریبوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔اگر کوئی غریب' یتیم ہوتا تو اس کے لیے دردر کی ٹھوکریں ہی ہوتیں۔اس کی کسی جگہ عزت نہ ہوتی۔اگر کوئی امیر بچہ یتیم ہوجاتا تو اس کے لالچی رشتے دار اس کے مال ومتاع پر قبضہ کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں کو کام میں لاتے۔دوسرے لفظوں میں ہرطرف ظلم وجور کا بازار گرم تھا۔حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ساری لاقانونیت ختم ہوگئی۔اسلام نے ہرشخص کے حقوق متعین کر دیے۔عظمت اور بڑائی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس طرح غریبوں اور یتیموں کو بھی اپنے حقوق میسر آئے اور وہ بھی بے خوف وخطر اپنی زندگی گزارنے لگے۔ان کے دل بھی اطمینان کی دولت سے مالامال ہوگئے۔

(ii) تشریح:

گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ شیر جیسے درندے بھی تیز دھوپ کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو نہ چھوڑتے تھے حالاں کہ شیر جیسے درندے اکثر شکار کی تلاش میں اِدھراُدھر گھومتے رہتے ہیں۔اسی طرح ہرن بھی ہرے بھرے میدانوں سے منہ باہر نہیں نکالتے تھے۔گرمی کی شدت سے وہ بھی بے حال ہورہے تھے۔

(iii) تشریح:

کہتے ہیں کہ کسان کی قوتِ بازو پر نزاکت' بانکپن اور حسن وجمال کا دارومدار اور انحصار ہے یعنی کسان کے بازوؤں کی طاقت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ کرتی ہے' جس کے نتیجے میں نزاکت اور بانکپن کا تحفظ ہوتا ہے۔اس طرح کسان کے دم خم اور زور وقوت کے باعث ہی بادشاہ غرور وناز سے اکڑتا ہے' یعنی بادشاہ کے فخر وغرور اور شان وشوکت کا انحصار بھی کسان کی قوتِ بازو پر ہے۔اگر کسان پیداوار میں اضافہ کر کے مالیہ اور لگان ادا نہ کرے تو بادشاہ کی بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔یہ کسان ہی ہے جو لوگوں کو آرام وآسائش مہیا کرتا ہے اور بادشاہ اور حکمران کی شان بڑھاتا ہے۔

(iv) تشریح:

شاعر دلاور فگار اِس شعر میں دُلہن کو دولہے کے نام سے ایک پیغام پہنچا رہے ہیں کہ جلد از جلد مجھے اپنی شادی کی تصاویر ارسال کر دیں' کیونکہ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی صورتِ حال کیا ہے۔شاعر یہ جاننا چاہتا ہے کہ شادی کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جانے سے آپ کی صورتِ حال کیا ہوگئی ہے۔ ادائیگی فرائض کی فکر نے آپ پر کس رُخ اثر ڈالا ہے۔

(حصہ غزل)

(v) تشریح:

یہ شعر مولانا حسرت موہانی کی غزل سے لیا گیا ہے۔ اس شعر میں مولانا کہتے ہیں کہ اگر منزل اچھی اور مرضی کے مطابق ہو تو راستے کی مشکلات کی پرواہ نہیں ہوتی، بلکہ یہ مشکلات تو محسوس ہی نہیں ہوتیں۔ اگر دل میں لگن، شوق اور منزل پر پہنچنے کا جذبہ ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح محبوب کے در تک جانے والا راستا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ حقیقی شعر ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملوں اور اس ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ میری یہ فانی زندگی ختم ہو جائے۔ ایک نہ ایک دن تو میری زندگی کے دن پورے ہو ہی جانے ہیں۔ دنیا میں میری زندگی کے دن مصیبتوں اور تکلیفوں سے بھرے پڑے ہیں، لیکن یہ چند روزہ دنیاوی تکلیفیں ہیں، جو ختم ہو جانے والی ہیں۔ میرے ذہن میں ایک اچھی اور مستقل منزل کا تصور ہے۔ یہ دنیا کی غیر مستقل تکالیف مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتیں، بلکہ میں تو ان تکالیف سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ مجھے تیز آندھی یعنی دنیا کی تکالیف بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی محسوس ہوتی ہیں یعنی میرے لیے راحت کا باعث بنتی ہیں۔

(vi) تشریح:

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ روح اور دل کا بھی آپس میں محبت کا رشتہ قائم ہے۔ روح کے بغیر دل کا اور دل کے بغیر روح کا تصور بھی ناممکن ہے۔ بالکل اُسی طرح میں اپنے محبوب سے محبت اور پیار کرتا ہوں۔ جس طرح روح کو دل کی ہمسائیگی میں سکون حاصل ہوتا ہے میری زندگی کا لطف اور مزہ بھی محبوب کی محبت اور چاہت سے قائم ہے۔

(vii) تشریح:

اس شعر میں شاعر فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ اب میرے سر پر عشق کا جنون نہیں ہے۔ اب مجھے اپنے محبوب سے ملنے کی کوئی تمنا نہیں ہے، لیکن میری اس بات پر کوئی بھروسا اور اعتماد نہیں ہے کہ میں واقعی اپنی اس بات پر قائم رہوں گا۔ اصل میں شاعر مایوسی اور اُمید کی درمیانی کیفیت میں گرفتار ہے۔ وہ کہنا چاہتا ہے کہ اب میں اپنے محبوب کی محبت میں گرفتار نہیں ہوں، لیکن ایسا کرنا بھی میرے لیے مشکل ہے کہ میں اس کی محبت کو اپنے دل سے بالکل نکال دوں۔

(حصہ دوم)

سوال :3- درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے:

(5,5)

(الف) گاڑی کو جُنبش ہوئی اور وہ دوڑ کر آگے چلا گیا۔ سٹیشن کی دُکانیں، خوانچے والے اور قلی اس کی نظروں کے سامنے سے بھاگ رہے تھے۔ وہ دیر تک کھڑی سٹیشن کی بتیوں کو، جو اب اندھیری رات میں جگنو کی طرح چمک رہی تھیں، گھورتی رہی۔ آخر گھپ اندھیرے میں اس کی نظریں ٹھوکریں کھانے لگیں۔ اب وہ اپنے ڈبے کی طرف متوجہ ہوئی۔ دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔

جواب: سبق کا عنوان: ملمع مصنف کا نام: ہاجرہ مسرور

مشکل الفاظ کے معانی:

جُنبش: حرکت

خوانچے والا: پھیری والا

گھپ اندھیرے: ایسا اندھیرا جس میں کچھ دکھائی نہ دے

متوجہ: توجہ کی

تشریح:

اس پیرے میں مصنفہ ہاجرہ مسرور یہ کہتی ہے کہ جب گاڑی کو حرکت ہوئی تو لڑکی، جو نوجوان کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لیے تھرڈ کلاس کی بجائے انٹر کلاس میں سوار ہوئی تھی اور دروازے سے لگ کر کھڑی تھی، کیا دیکھتی ہے کہ وہ لڑکا جو اوورکوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ گاڑی کے حرکت میں آتے ہی دوڑ کر آگے چلا گیا ہے۔ گاڑی کے اندر سے اُسے سٹیشن پر لگی ہوئی دکانیں، پھیری لگا کر چیزیں بیچنے والے پھیری والے اور قلی، جو لوگوں کا سامان اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے، اپنی آنکھوں کے سامنے بھاگتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ جب تک گاڑی کے دروازے کے ساتھ لگ کے کھڑی رہی، سٹیشن پر لگی ان بتیوں کو غور غور سے دیکھتی رہی، جو رات کی تاریکی میں جگنو کی طرح روشنی کر رہی تھیں۔ آخر جب رات کی تاریکی بہت بڑھ گئی اور اُس کو گاڑی کے باہر کی چیزوں کو دیکھنے میں دُشواری محسوس ہوئی تو پھر وہ جس ڈبے پر سوار ہوئی تھی اُس نے ایک نظر اس پر ڈالی تو کیا دیکھتی ہے کہ دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگ دار اور خوبصورت رضائیوں میں لپٹی ہوئی تھیں اور آس پاس بڑے بھاری سامان کی وجہ سے کسی کے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔

(ب) کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کی اور ہر رُخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اُسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اُسی وقت

ہوتا ہے جب اُس میں لذّت آنے لگے' بے مزہ کام نہیں' بیگار ہے۔

جواب : سبق کا عنوان: نام دیو مالی   مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

مشکل الفاظ کے معانی:

تھانولا: پودوں کو پانی دینے والا گڑھا

رُخ: طرف' جانب

حیرت: حیرانی

بیگار: بغیر مزدوری کا کام

تشریح:

مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ بعض اوقات کام کرتے کرتے کھڑکی میں سے دیکھتا تو نام دیو مالی کو پوری طرح اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ تو وہ ایسی حرکتیں کرتا کہ حیرت ہوتی۔ مثال کے طور پر یہ دیکھتا کہ وہ ایک ایک پودے کے قریب بیٹھ کر اس کا پانی دینے والا گڑھا صاف کر رہا ہے' گڑھا صاف کر کے حوض سے پانی لے کر آہستہ آہستہ اس میں ڈالنا شروع کرتا۔ پانی دے کر گڑھے کی مینڈھ سیدھی کر کے پودے کو چاروں طرف سے دیکھتا پھر پیچھے ہٹ کر اسے دیکھتا' مسکراتا اور خوش ہوتا۔ یہ سب دیکھ کر میں حیران بھی ہوتا اور خوش بھی' کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ کام اسی وقت دل سے ہوتا ہے جب اس میں مزہ آنے لگے۔ بے مزہ کام' کام نہیں ہوتا' بلکہ ایسا کام ہے جو مجبوراً بے دلی اور بغیر لگاؤ کے کیا جائے۔

سوال :4- درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (10)

(i) مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

جواب : مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے' جو لا الہ الا اللّٰہ پر قائم ہے یعنی یہ کہ نسل' رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں' بلکہ ایک نظریے' ایک عقیدے' ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے' اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملّت کہا گیا ہے۔ ایسی نظریاتی قومیت میں ہر نسل' ہر رنگ اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے۔

(ii) میر صاحب اور ان کی بیوی سیّدانی بی کی کس بات پر زیادہ خوش تھے؟

جواب : میر صاحب اور اس کی بیوی اس لیے خوش تھے کہ سیدانی بی ان کے بچوں کو قرآنِ مجید پڑھاتیں۔ نصیحتیں کیا کرتیں۔ دوپہر کو سینا' پرونا اور کاڑھنا سکھاتیں۔ شام کو باورچی خانے میں جا کر کھانا پکانے کی ترکیبیں بتاتیں۔ دونوں میاں بیوی خوش تھے کہ ایسی شریف اور نماز روزے کی پابند' ہنر مند اُستانی صرف روٹیوں کے عوض کہاں میسر آتی ہے۔

(iii) محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب : محمد تحسین کی گفتگو کا محور صرف اور صرف اپنی بیوی بچوں کی بیماری ہوتا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ میں کتنی ہی کوشش کروں، مگر وہ اس مضمون سے باہر نہیں نکلتے۔

(iv) چغل خور نے کسان سے کس بات کی اجازت مانگی تھی؟

جواب : چغل خور نے کسان سے چھے ماہ کے بعد اس کی صرف ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی تھی۔

(v) اسلام کیسے امن و آشتی کا مذہب ہے؟

جواب : اسلام ایسے امن و آشتی کا مذہب ہے، کیونکہ اسلام کا معنی ہی دوسروں کے لیے سلامتی ہے۔ اسلام احترامِ انسانیت کا درس دیتا ہے۔ اسلام ہر حال میں دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کا سبق دیتا ہے۔

(vi) نکیل پڑنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب : نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد ہے: ایک اونٹ پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جائے گا اور اس کی آزادی ختم ہو جائے گی۔

(vii) فاطمہ بنتِ عبداللہ نے میدانِ جنگ میں کیا فریضہ سرانجام دیا؟

جواب : فاطمہ بنتِ عبداللہ نے میدانِ جنگ میں غازیانِ دین کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

(viii) شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت افزا" ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت افزا" ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ الٰہی کی خواہش، آرزو اور تمنا اُس کی رہنما ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کے راستے میں آنے والی ہر مصیبت اور مشکل اُس کے لیے پریشانی یا دُکھ نہیں، بلکہ سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس راہ میں آنے والی یہ کڑی آزمائش اُسے پاک پروردگار کی قربت کے حصول کا یقین دلاتی ہے۔

سوال :5- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے: **(5)**

(i) مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ **(ii)** علی بخش

جواب :

(i) مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (دوسرا گروپ)، سوال نمبر 5(i)۔

(ii) علی بخش

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (پہلا گروپ)، سوال نمبر 5(ii)۔

سوال :6- کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے : **(15)**

(i) قائدِ اعظمؒ **(ii) برسات کا موسم** **(iii) دیہاتی زندگی**

جواب :

(i) قائدِ اعظمؒ

پونجا جناح کا اصل وطن تو راجکوٹ (کاٹھیا واڑ) تھا لیکن کاروباری شغف کراچی لے آیا۔ چمڑے کی تجارت کرتے تھے اور متمول تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ 25 دسمبر 1876ء کو ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام محمد علی رکھا گیا۔ یہی محمد علی بڑا ہو کر اور پڑھ لکھ کر مسلم قوم کا سہارا اور پاکستان کا بانی ہوا۔ قوم نے بھی اسے سر پر اٹھایا اور قائداعظمؒ کے لقب سے پکارا۔

محمد علی نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ 16 سال کی عمر میں میٹرک پاس کر لیا اور بیرسٹری کی تعلیم کے لیے لندن روانہ ہو گئے۔ وہاں سے بیس سال کی عمر میں بیرسٹر بن کر لوٹے۔

اتفاق کی بات کہ ان دنوں باپ کا کاروبار تباہ ہو گیا اور وہ کئی مقدمات اور مشکلات میں پھنس گئے۔ محمد علی نے ولایت سے واپسی پر سب سے پہلے باپ کے مصائب کو دور کیا۔ پھر وکالت کے لیے بمبئی چلے گئے۔ یہاں چھ ماہ تک پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی آسامی پر فائز رہے۔ پھر اپنی پریکٹس شروع کر دی اور جلد ہی چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہونے لگے۔

اس وقت ہندوستان میں کانگرس کی دھوم تھی۔ محمد علی بھی اس کے ممبر بن گئے اور "صلح کا شہزادہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ کئی سال تک ممبر رہے مگر جب دیکھا کہ کانگرس ایک ہندو جماعت ہے، جو صرف ہندوؤں کی بہتری کے لیے کوشاں ہے اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے کی فکر میں ہے تو آپ نے کانگرس کو چھوڑا اور ولایت چلے گئے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے نہایت کٹھن تھا۔ انگریز حکمران اور دشمن تھا۔ ساری ہندو قوم دشمن تھی۔ اگرچہ 1906ء سے مسلم لیگ قائم تھی، مگر درحقیقت بے جان سی جماعت تھی۔ علامہ اقبالؒ مسلمانوں کی بے بسی پر کڑھتے تھے۔ رات دن اسی غم میں تڑپتے تھے۔ آخر انھوں نے دیکھا کہ محمد علی جناحؒ کے سوا کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں کہ جس پر بھروسا کیا جا سکے اور قوم کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ چنانچہ آپ نے خط لکھ لکھ کر انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ وطن واپس آئیں اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں۔ چنانچہ وہ واپس آئے اور انھوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔ قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کیا۔ شہر شہر جا کر قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا اور ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔

گاندھی نے ان کے مقابلے میں کئی پینترے بدلے۔ مسلمانوں کو گم راہ کرنے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں نے ان پر توجہ نہ دی۔ ادھر علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں اپنی

صدارتی تقریر میں فرمایا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور ان کے لیے علیحدہ وطن کی ضرورت ہے' لہٰذا ہندوستان کے وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے' انھیں ملا کر ایک اسلامی مملکت تشکیل دی جائے۔

اس تقریر پر ہندو بہت تلملائے' مگر مسلمانوں کو ایک نصب العین مل گیا تھا۔ محمد علی جناحؒ نے اسے اور اُچھالا۔ ولایت کے ایک مسلمان طالب علم رحمت علی نے اس مجوزہ اسلامی ریاست کا نام پاکستان رکھا' جو ہر مسلمان کی زبان کا نعرہ بن گیا۔

انگریز اور گاندھی نے ہندوؤں سمیت اس کا نہایت شدت سے مقابلہ کیا اور محمد علی جناحؒ نے نہایت خوبصورتی سے جواب دیا۔ آخر انگریز اور ہندو دونوں کو مسلمانوں کا مطالبہ ماننا پڑا اور 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر پاکستان کا وجود ثبت ہو گیا۔

اب تک محمد علی جناحؒ کو مسلمانوں کی طرف سے ''قائدِ اعظم'' کا لقب مل چکا تھا۔ چنانچہ جب پاکستان کی سلطنت قائم ہوئی تو آپ اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ دن رات کی محنت سے آپ کی صحت خراب ہو گئی' اور آخر 11 ستمبر 1948ء کو یہ پاکستان کا بانی' نڈر اور بے باک جرنیل قوم کو روتا چھوڑ کر راہیِ ملکِ بقا ہوا۔

قائدِ اعظمؒ زندہ باد   پاکستان پائندہ باد

(ii) برسات کا موسم

1- گرمی کی شدت:

جون جولائی کے مہینوں میں ہمارے ہاں گرمی اپنے جوبن پر ہوتی ہے۔ آسمان سے آگ برستی ہے اور زمین تپ کر تانبا ہو جاتی ہے۔ شہر اور دیہات جہنم کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ سورج کی کرنیں سیدھی زمین پر پڑتی ہیں اور جنگلوں' پہاڑوں اور میدانوں میں گرمی کے مارے برا حال ہوتا ہے۔ صحرا کی ریت راکھ کی طرح گرم ہو جاتی ہے اور دریا کا پانی کھولنے لگتا ہے۔ ہوا بالکل بند ہو جاتی ہے اور گھٹن کی وجہ سے زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔

2- کالی گھٹائیں:

گرمی کی شدت میں لوگوں کی نظریں بارش کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ اللہ اللہ کر کے موسم میں کچھ تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ یہ ہوائیں بارش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادلوں کے آوارہ ٹکڑے تیرنے لگتے ہیں۔ پھر شانِ رحیمی سے یہی ابر پارے کالی گھٹاؤں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور گھٹائیں جھومتی ہوئی سارے آسمان پر پھیل جاتی ہیں۔ کالی گھٹاؤں میں بگلوں کی قطاریں اس طرح دکھائی دیتی ہیں کہ جیسے پہاڑ کے دامن میں

دودھ کی نہر بہ رہی ہو۔

3- موسلا دھار بارش:

بادلوں کی گھن گرج سے دل دہل جاتے ہیں۔ بجلی کی کڑک سے لوگ سہم جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں رم جھم پھوار پڑنے لگتی ہے۔ یہ پھوار آہستہ آہستہ ننھی ننھی بوندوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی آواز آتی ہے، گویا کوئی ساز بج رہا ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ بوندا باندی موسلا دھار بارش میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ زمین سے آسمان تک کی فضا پوری کی پوری دھواں دھار ہو جاتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں شگاف پڑ گئے ہیں اور اس کے پرنالے کھل گئے ہیں۔

4- پانی ہی پانی:

ہر طرف پانی ہی پانی کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ آسمان سے چھاجوں پانی برسنے لگتا ہے۔ پرنالے دھائیں دھائیں چلنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ بارش اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ مکانوں کے صحن تالاب بن جاتے ہیں۔ گلیاں اور بازار ندیوں اور نالوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ راہگزاروں میں ہر طرف پانی پھیل جاتا ہے۔ تالاب اور جوہڑ پانی سے اس طرح لبالب بھر جاتے ہیں کہ ان کے کناروں کا کوئی اندازہ نہیں رہتا۔ نالے اور دریا جوش مارنے لگتے ہیں۔ ان کا پانی کناروں سے اُچھلنے لگتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل کا عالم ہو جاتا ہے۔

5- بارش کے بعد کا سماں:

آخر اللہ اللہ کر کے بارش تھمتی ہے تو لوگوں کی جان میں جان آتی ہے۔ رفتہ رفتہ بادل چھٹنے لگتے ہیں۔ موسم بڑا پیارا اور سہانا ہو جاتا ہے۔ کائنات دھل کر نکھر جاتی ہے۔ آسمان پر دھنک یعنی قوس وقزح نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی دلکش اور دلفریب منظر ہوتا ہے۔ ہر چیز مسرور اور شاد ماں نظر آتی ہے۔ کسانوں کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھتا ہے۔ درخت اور پودے بارش کے پانی سے دھل کر تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ باغوں کی رونق، تر و تازگی اور شگفتگی لوٹ آتی ہے۔

6- خوشگوار اور دلکش سماں:

بارش تھم جانے کے بعد موسم خوشگوار اور منظر انتہائی دلکش اور دلفریب ہوتا ہے۔ لوگ ایسے موسم اور منظر کے منتظر ہوتے ہیں۔ یہ سماں دیکھ کر ہر شخص کا دل سیر و تفریح کے لیے مچل جاتا ہے۔ لوگ موسم کا لطف اٹھانے کے لیے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ نوجوانوں کی پارٹیاں سیر و تفریح کے لیے دریاؤں، نہروں اور باغوں کا رخ کرتی ہیں۔

7- بچوں کی دلچسپی:

بچوں کے لیے بھی برسات کا موسم کچھ کم دلچسپ نہیں ہوتا۔ وہ موسلا دھار بارش میں نہانے سے بہت لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بارش کے بعد جب گلی کوچوں میں پانی زور و شور سے بہنے لگتا ہے تو یہ بچے پانی میں بھاگتے پھرتے ہیں۔ وہ پانی میں اُدھم مچاتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ بچپن کا بھی زمانہ ہے جسے بادشاہت کا زمانہ کہا گیا ہے۔

8- دیہات کا منظر:

ہمارے دیہات میں بارش کا منظر خاص طور پر بہت پُر کیف اور روح پرور ہوتا ہے۔ ہرے بھرے کھیتوں میں سبزے کا منظر بہت دلفریب ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سبزے پر پھر سے بہار آ گئی ہے۔ پانی سے لبالب بھرے ہوئے کھیتوں میں دھان لگانے والی ٹولیاں جب مل کر خوشی کے گیت گاتی ہیں تو فضائیں گونج اٹھتی ہیں اور ایک وجد اور سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں خاص طور پر دھان کی فصل کا دارومدار برسات پر ہے۔ جن علاقوں میں نہریں نہیں ہیں وہاں بھی فصلوں کی آبیاری کا بہت بڑا ذریعہ صرف بارش ہے۔ گویا بارانی علاقوں میں بارش ایک عظیم نعمتِ رحمانی ہے۔

(iii) دیہاتی زندگی

پاکستان کی ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ دیہاتی زندگی کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

دیہات کے روشن پہلو

1- حسنِ فطرت:

دیہات میں حسنِ فطرت کی فراوانی ہوتی ہے۔ فطرت کو اپنے اصلی روپ میں دیکھنا ہو تو گاؤں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے "دیہات خدا نے بنائے ہیں اور شہر انسان نے"۔ دیہات کے صبح و شام کے مناظر قابلِ دید ہوتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، ہرے بھرے سایہ دار درخت اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہیں۔

2- صحت مندانہ ماحول:

دیہات کا ماحول صاف ستھرا، پُر سکون اور صحت مندانہ ہوتا ہے۔ دیہاتی لوگ کھلی فضا اور سادہ مکانات میں رہتے ہیں۔ سخت مشقت کرتے ہیں۔ تازہ ہوا اور خالص غذا کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ

شہری لوگوں کی نسبت زیادہ توانا اور صحت مند ہوتے ہیں اور بہت سی بیماریوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

3- سادگی وخلوص:

دیہاتی لوگ بہت سادہ اور مخلص ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تکلف' بناوٹ' ریاکاری' مکروفریب اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ وہ خلوص اور صاف دلی کا پیکر ہوتے ہیں۔ وہ بالکل صاف نیت اور سیدھے سادے ہوتے ہیں اور ان کی زندگی میں کوئی طمع' لالچ اور حرص وہوس نہیں ہوتی۔

4- مہمان نوازی:

گاؤں کے لوگ اخوت ومحبت کے نمونے اور بہت ملنسار اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ جب ان کے ہاں کوئی مہمان آتا ہے تو وہ بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس کی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ گاؤں کی زندگی میں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

5- محنت ومشقت:

گاؤں کے لوگ سستی اور کاہلی سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ وہ سخت محنت اور مشقت کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسان کی محنت ضرب المثل ہے۔ وہ محنت ومشقت سے اناج اُگاتے ہیں اور وہی اناج دنیا کی خوراک بنتا ہے۔

دیہات کے تاریک پہلو

1- جہالت:

گاؤں کی زندگی کا سب سے تاریک پہلو جہالت ہے' جو ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ دیہاتی لوگ علم کی روشنی اور اس کی برکتوں سے محروم ہوتے ہیں اور یہی ان کی سب سے بڑی محرومی ہے۔ جب تک ہمارے دیہات میں تعلیم کو فروغ حاصل نہیں ہوتا' ہم دیہی ترقی وخوشحالی کا خواب نہیں دیکھ سکتے۔

2- فضول رسمیں:

دیہات کے لوگ بالعموم لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ رسم ورواج کی ناجائز حد تک پابندی کرتے ہیں۔ اپنے خون پسینے کی کمائی بیاہ شادی کی فضول رسموں اور مقدمہ بازی میں برباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح روپے پیسے کے ساتھ ساتھ اپنا قیمتی وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔

3- تعصب وتنگ نظری:

دیہات کے لوگ عام طور پر متعصب اور تنگ نظر ہوتے ہیں۔ ان میں فراخدلی اور وسعت نظری کا فقدان ہوتا ہے۔ قدامت پسندی کی وجہ سے ان کے خیالات' نظریات اور عقائد واضح نہیں ہوتے' بلکہ ان میں ہٹ دھرمی اور انتشار کا عمل دخل ہوتا ہے۔

4- ضروریاتِ زندگی کی کمی/قلت:

گاؤں میں ضروریاتِ زندگی کی بہت کمی ہوتی ہے۔ وہ لوگ اکثر اپنی بیماری کا علاج ٹونے ٹوٹکے سے کراتے ہیں۔ خاص طور پر کسی سنگین قسم کی بیماری میں تو مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے اور وہ اسے تقدیر کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

5- عدم تحفظ:

ذرائع آمد و رفت کی سہولت میسر نہ ہونے کے باعث دیہات بالعموم شہروں سے کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اکثر دیہات پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے دور ہوتے ہیں' اس لیے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے سلسلے میں دیہاتیوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ دیہات میں آئے دن مختلف قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔

سوال: 7- درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور آخر میں دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیجیے: **(10)**

مختلف انسان مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ زبانوں کو ان کے ماہروں نے مختلف خاندانوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ ان میں سے دو خاندان بہت مشہور ہیں: ایک سامی اور دوسرا آریائی۔ سامی خاندان میں عربی اور عبرانی وغیرہ زبانیں شامل ہیں۔ آریائی خاندان میں نہ صرف پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی زبانیں شامل ہیں' بلکہ یونانی' اطالوی' جرمن' فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کا شمار بھی اسی خاندان میں ہوتا ہے۔ دراصل آریائی خاندان زبانوں کا بہت بڑا خاندان ہے اور اس سلسلے کا کوئی دوسرا خاندان اس کی وسعت کی برابری نہیں کر سکتا۔ زبانوں کے آریائی خاندان کی شعاعیں پاکستان' ایران' انگلستان اور یورپ کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سوالات:

(i) زبانوں کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟
(ii) عربی اور انگریزی زبانوں کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟
(iii) ہماری قومی زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟
(iv) آریائی خاندان کی جن زبانوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے' ان کے نام لکھیے۔
(v) دنیا کے کون کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

(i) زبانوں کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟

جواب: زبانوں کے دو مشہور خاندان سامی اور آریائی ہیں۔

(ii) عربی اور انگریزی زبانوں کا کس خاندان سے تعلق ہے؟

جواب: عربی زبان سامی خاندان اور انگریزی زبان آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

(iii) آریائی خاندان کی جن زبانوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے' ان کے نام لکھیے۔

جواب: یونانی' اطالوی' جرمن' فرانسیسی' انگریزی اور پاکستان اور ہندوستان میں بولی جانے والی بہت سی زبانیں شامل ہیں۔

(iv) ہماری قومی زبان کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

جواب: ہماری قومی زبان آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

(v) دنیا کے کون کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

جواب: زبانوں کے آریائی خاندان کی شاخیں پاکستان' ہندوستان' ایران' انگلستان اور یورپ کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔